10488 ـ نفاس كى حد چاليس يوم ہے

سوال

نفاس كى زيادہ سے زيادہ حد كتنى ہے ؟

پسنديده جواب

الحمد لله.

اس مسئلہ ميں علماء كرام كے ہاں اختلاف پايا جاتا ہے:

1 ـ اكثر اہل علم كے ہاں نفاس كى زيادہ سے زيادہ مدت چاليس يوم ہے چنانچہ اگر چاليس يوم سے زيادہ كو استحاضہ شمار كيا جائيگا، ليكن اگر حيض اس كے ساتھ ہى مل جائے تو اسے حيض شمار كيا جائيگا.

امام ابو حنيفہ رحمہ اللہ كا يہى مسلك ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ سے مشہور روايت يہى ہے جسے امام ترمذى نے سنن ترمذى ميں سفيان اور ابن مبارك اور اسحاق وغيرہ اكثر اہل علم سے بيان كيا ہے.

2 ـ امام مالك اور امام شافعى اور امام احمد ايك روايت ميں كہتے ہيں كہ اس كى زيادہ سے زيادہ مدت ساٹھ يوم ہے.

3 ـ اور حسن بصرى كہ كہنا ہے كہ: چاليس سے پچاس يوم تك نفاس ہے اور اس سے زائد استحاضہ شمار ہوگا.

4 ـ اس كے علاوہ بھى كئى ايك اقوال ہيں جو كہ اجتہادات ہيں جن كى كوئى صحيح دليل نہيں، صرف پہلے قول كى دليل درج ذيل حديث ہے:

ابن عباس رضى اللہ تعالى عنہما بيان كرتے ہيں كہ:

" نفاس والى عورتيں چاليس يوم تك انتظار كريں "

اسے ابن جارود نے المنتقى ميں روايت كيا ہے.

اور ترمذى وغيرہ ميں مسۃ ازديہ سے روايت ہے كہ ام سلمہ رضى اللہ تعالى عنہا كا فرمان ہے:

" رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے دور ميں نفاس والى عورتيں چاليس يوم بيٹھا كرتى تھيں، اور ہم كلف كى بنا پر

اپنے چہروں پر ورس ملا کرتی تھیں"

اسے احمد، ابو داود، ترمذی، اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے.

اس کی سند میں اختلاف ہے، ابن قطان نے " الوھم والایھام " میں اور امام ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اور امام حاکم نے اسے صحیح اور نووی وغیرہ نے اسے حسن قرار دیا ہے.

ابن عبد البر رحمہ اللہ " الاستذکار " میں لکھتے ہیں:

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت کے مسئلہ میں کوئی جگہ اتباع اور تقلید کے لائق نہیں، صرف جس نے چالیس یوم کا کہا ہے اس کی بات تسلیم کی جائیگی، کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، اور ان میں سے اس قول کا کوئی مخالف نہیں.

اس کے علاوہ باقی جتنے بھی اقوال ہیں وہ صحابہ کے علاوہ دوسروں کے ہیں اور ہمارے نزدیك ان کی مخالف کرنا جائز نہیں، کیونکہ صحابہ کرام کا اجماع بعد والوں کے لیے حجت ہے، اور نفس کو بھی ان پر اطمنان حاصل ہوتا ہے، سنت اور ان کے علاوہ کسی ایسی چیزکی طرف کیسے التفات ہو سکتا ہے جس کی کوئی اصل ہی نہ ہو.

اور یہ قول ہی صحیح ہے اس کی کئی ایك وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

یہ قول صحابہ کرام کا ہے، اور ان کا کوئی مخالف نہیں.

دوسری وجہ:

اس مسئلہ میں ان ایام کی تحدید ضروری ہے جس میں نفاس والی عورت بیٹھےگی، اور صحابہ کرام کے اقوال کے علاوہ کسی اور کے قول کی طرف تجاوز کرنا جائز نہیں.

تیسری وجہ:

ڈاکٹروں اور طبیبوں کا بھی قول یہی ہے، جو کہ خون کی معرفت رکھنے والے ہیں اور اس میں مختص ہیں، چنانچہ ان کا قول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اور اکثر اہل علم کی رائے کے موافق ہے.

لیکن اکثر اہل علم کے ہاں نفاس کی کم از کم مدت مقرر نہیں، چنانچہ جب عورت کا خون رك جائے تو اس کے لیے غسل کر کے نماز اور روزہ کی ادائیگی ضروری ہے.

امام ابو عیسی ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے بعد والے اہل علم کا اجماع بیان کیا ہے کہ:

نفاس والی عورت چالیس یوم تك نماز روزہ ترك کرے گی، لیکن اگر وہ اس سے قبل پاك صاف ہو جائے تو غسل کر کے نماز روزہ کی ادائیگی کرنا ہو گی "

واللہ اعلم .